قرآن کی روشنی میں انسان کا معاشیات کے میدان میں خاص فطرت رکھنا

Man's Possion of a Special Nature in Relation with Economics in the light of Quran

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Ghulam Abbas
Al Mustafa International University, Qom, Iran
E-mail:ghulamabbas.kash@gmail.com

Abstract: It is not that man learns everything only from outside environment and society .According to Quranic teachings, man is born on nature. Man comes into the world with certain awareness and tendencies in the world. There are many instances in the Qur'an in which the nature of man is described. In the present research only the nature of man will be described in the field of economics. In the field of economics, the nature of man described in the Qur'an is the love of the world in man's existence. God's provision, man's intuitive testimony of being a master, rebelling when wealth and possessions are too much, distance from God in temptation, man being stingy, man being greedy, prioritizing this world over the hereafter, man's material resources are too much. Being arrogant and ungrateful. Awareness of these natural matters also brings a person closer to God. There are two goals of this research, one is to scientifically prove that man is born with nature and the second goal is that man should master this nature so that Islamic society can come into being.

Keywords: Economics, Field, Nature, Quran, The Allure.

خلاصہ

ایسا نہیں کہ انسان سب کچھ صرف باہر کے ماحول اور معاشرے سے ہی سیکھتا ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق انسان فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ انسان دنیا میں کچھ آگاہی اور رجحانات کے ساتھ دنیا میں آتا ہے۔ قرآن میں بہت زیادہ موارد ایسے ہیں جن میں انسان کی فطرت کو بیان کیا گیا ہے، موجودہ تحقیق میں صرف معاشیات کے میدان میں انسان کی فطرت کو بیان کیا جائے گا۔ معاشیات کے میدان میں انسان کی جو فطرت قرآن میں بیان کی گئ ہے وہ انسان کے وجود میں دنیا کی محبت، خدا کے رازق، مالک ہونے کی انسان کی وجدانی گواہی، اموال اور متاع زیاد ہونے پر طغیان گری کرنا، آزمائش میں خدا سے دوری، انسان کا بخیل ہونا، انسان کا حریص ہونا، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا، انسان کا مادی وسائل زیاد ہونے پر تکبر اور ناشکری کرنا ہے۔ ان فطری امور سے آگاہی انسان کو خدا کے قریب بھی کرتی ہے۔ اس تحقیق کے دو ہدف ہیں ایک علمی طور پر اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ انسان فطرت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور دوسرا ہدف یہ ہے کہ انسان اس فطرت کو مہار کرے تاکہ اسلامی معاشرہ وجود میں آسکے۔

کلیدی الفاظ: معاشیات، میدان، فطرت، قرآن، رغبت۔

روش تحقیق

اس تحقیق کی روش استنطاقی ہے جس میں باہر کی دنیا سے ایک موضوع یا علمی مسئلہ کو لیا جاتا ہے اور اسے قرآن پر پیش کیا جاتا ہے اور قرآن کا جواب لیا جاتا ہے۔ موجودہ تحقیق کو توصیفی۔ تحلیلی اسلوب سے تحریر کیا گیا ہے۔

ضرورت اور اہمیت

فطرت سے آشنائی کے نتیجے میں جب ہم یہ جان لیں گے کہ اللہ نے ہمیں کیا کیا صلاحتیں دے کر خلق کیا ہے تو ہم ان صلاحیتوں کی تربیت کرکے ان صلاحیتوں کا درست استعمال کر سکیں گے، جس سے ہماری زندگی اور ہمارے ساتھ زندگی گزارنے والے دوسرے انسانوں کی زندگی پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ اس کے علاوہ خدا سے ہمارا قرب بڑھے گا، لیکن ان فطری امور سے عدم آشنائی کے نتیجے میں ہماری زندگی پر بھی منفی اثرات مرتب ہوں گے اور معاشرے میں ہمارے ساتھ زندگی گزارنے والے دوسرے انسانوں کی زندگی پر بھی منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ چونکہ انسانی فطرتی صفات مکمل منفی نہیں اور مکمل مثبت بھی نہیں، انہیں ہمیشہ متوازن رکھنا پڑتا ہے، انسان کی فطری معاشی صفات کو متوازن رکھنے کے لیے انسان کو تربیت کی ضرورت رہتی ہے۔ یہ تب ممکن ہے جب انسان یہ جان لے کہ اس کے وجود کے اندر یہ فطری عناصر موجود ہیں۔

مقدمہ

انسان روح اور بدن کا ایسا مجموعہ ہے کہ ان میں سے ایک میں خلل سے دوسرا متاثر ہوتا ہے۔ انسان کی معاشی تربیت تب ہی ممکن ہو گی جب انسان کی درست اور کامل شناخت ہو گی۔ بہت سے علوم (علم نفسیات، علم حیاتیات، عمرانیات، فلسفہ وغیرہ) میں انسان کی شناخت کی کوشش کی گئی، ہر علم میں انسان کو اپنے زاویے سے پہچاننے کی کوشش کی گئی، لیکن ابھی تک اس اشرف المخلوقات موجود کی مکمل شناخت نہ ہو سکی۔ البتہ انسانی تجربات، دین اور عقل میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اگر انسان کی شناخت ناقص ہو گی تو یقیناً نہ فقط انسان کی تربیت ناقص ہو گی، بلکہ اس تربیت کے بُرے نتائج بھی سامنے آ سکتے ہیں۔ ہمارے عقیدے کے مطابق اس کائنات اور جو کچھ بھی اس کے درمیان ہے اس کا خالق خدا ہے، اس لیے خدا ہی انسان کی مکمل شناخت رکھتا ہے، اس لیے، اس مقالہ میں قرآن کی رو سے یہ سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ انسان معاشی طور پر کیسے خلق ہوا ہے؟ یہ انسان اپنی معاشی اور مادی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے باہر کی دنیا یا اپنے والدین سے سب کچھ سیکھتا ہے یا کچھ چیزیں سیکھ کر دنیا میں آتا ہے؟ اس پوری بحث کا دارومدار اس مبنا کے اوپر ہے کہ انسان جسم کے علاوہ رُوح بھی رکھتا ہے۔ انسان کی شناخت اور انسان کا فطرت الٰہی پر پیدا ہونا ایک تفصیلی بحث ہے، اس فرض کے ساتھ کہ قاری ان مبانی سے آشنا ہے۔ اختصار کے پیش نظر، ان مباحث سے صرف نظر کرتے ہوئے، اس مقالہ میں صرف وہ مطالب لائے گئے ہیں جو معاشی تربیت سے خاص ہیں۔ انسان کے ان رجحانات کو زیر بحث لایا گیا ہے جو معاشی تربیت سے مربوط ہیں اور یہ رجحانات انسان کی ذات میں موجود ہیں۔

مفروضہ

انسان معاشیات کے میدان میں فطری طور پر بہت کچھ سیکھ کر دنیا میں آتا ہے۔

مفہوم شناسی

فطرت

فطرت مصدر نوعی ہے جو کہ فِعلَة کے وزن پر ہے۔ عربی زبان میں مصدر نوعی فعل کی نوعیت اور انداز کو بیان کرنے کے لیے لایا جاتا ہے، مثلاً عربی میں کلمہ سَیر کا مطلب چلنا ہے لیکن سِیرة جو کہ فِعلة کے وزن پر ہے کا مطلب خاص انداز اور خاص ہیئت میں چلنا ہو گا۔ اسی طرح سے فطرت ہے جو کہ فعل کی حالت کو بیان کر رہا ہے۔ اس طور پر فطرت سرشت، طبیعت اور خاص خلقت کے معنی میں بھی آتا ہے۔

فطرت سے مراد ایک قسم کی تخلیق ہے۔ فاطر لفظ فطر سے اسم فاعل ہے۔ جیسا کہ راغب نے کہا، اس کا مطلب ہے لمبائی کے ساتھ تقسیم ہونا۔ اگر لفظ "فاطر" کا اطلاق خدا تعالیٰ پر کیا جائے تو یہ استعارہ ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے عدم کو پھاڑ کر اس کے اندر سے زمین و آسمان کو نکال دیا ہے، چنانچہ آیت کا مفہوم یہ ہے: تعریف خدا کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، ایک قدیم تخلیق کے لیے جس کا کوئی نمونہ نہیں ہے اور اس لفظ کے مطابق "فاطر" بھی یہی معنی دیتا ہے۔[1]

پس فطرت کا معنی: ابتدائی اور سابقہ کسی نمونہ کے بغیر خلق کرنا ہے۔ لفظ فطر عربی کے لفظ بدیع اور مبدع کا معنی ہی دیتا ہے، صرف اس فرق کے ساتھ کہ لفظ ابداع سے مراد سابقہ نمونہ کی عدم موجودگی ہے اور فطر سے مراد عدم وجود کا رد اور اصل سے کسی چیز کو پیدا کرنا ہے۔ لفظ صانع جس میں مختلف مواد کو ترکیب کیا جاتا ہے اور ان سے ایک جدید شکل (مکان، گاڑی وغیرہ) جو پہلے موجود نہیں تھی، بنائی جاتی ہے، فطر اس کی طرح نہیں ہے۔[2]

اصطلاح میں فطرت اس معنی میں ہے کہ انسان کی خلقت میں بصیرت اور رجحان کی بنیادیں رکھی گئی ہیں۔ انسان خالی اور بالکل خام دنیا میں نہیں آتا بلکہ وہ ایک خاص امتزاج اور خاص صلاحیتوں کے ساتھ اور ایک خاص سمت کے ساتھ دنیا میں آتا ہے، اور یہی امتزاج اور خاص صلاحیتیں اس کے فطری سرمائے میں شمار ہوتی ہیں۔[3]

آج کی دنیا میں، کچھ وجودیت پسند فلسفی اور ماہرین سماجیات انسانوں کو فطرت سے عاری سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان دنیا میں خالی و خام اور سفید اور رنگ کے بغیر کے صفحہ کے طور پر دنیا میں آتا ہے اور وہ جو کچھ بھی سیکھتا ہے وہ ماحول اور سماج سے سیکھتا ہے۔ انسان ایک قبول کرنے والا وجود ہے، اور اس کی شخصیت کی تعمیر بیرونی عوامل سے ہوتی ہے۔[4]

لیکن قرآنی آیات کی رو سے انسان دو طرح کے فطری اور ذاتی رجحانات کے ساتھ سیکھے بغیر پیدا ہوتا ہے۔

1. جسمانی رجحانات (کھانے، پینے، نیند وغیرہ کی ضرورت)
2. معنوی رجحانات جو حیوانات میں نہیں پائے جاتے، جیسے خدا کی تلاش، حقیقت کی تلاش، فضل اور برتری کی تلاش، خوبصورتی کو پسند کرنا، عشق اور سوال کرنا وغیرہ۔

جب ہم کہتے ہیں کہ انسان فطرت رکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی سے سیکھے بغیر کچھ رجحانات اور آگاہی جو حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے، کے ساتھ اور کچھ معنوی رجحانات جو حیوانوں میں نہیں پائے جاتے کے ساتھ دنیا میں آتا ہے، جیسے انسان میں علم، فضل، عدالت اور کمال کی طلب وغیرہ۔[5]

فطرت یعنی انسان وجود کے ایک ایسے گوہر سے خلق ہوا ہے جو اسے ایک معین راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے تاکہ اسے جس مقصد کے لیے خلق کیا گیا ہے اس تک پہنچ سکے؛[6]

فطرت کا لفظ خاصہ وسیع مفہوم رکھتا ہے اور یہ تقریباً ہر اس شے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ جو انسان کو اس دنیا میں بنی بنائی مل گئی ہو، ظاہر ہے کہ خالقِ کائنات کی جانب سے۔ اس کو انگریزی میں Nature کہا جاتا ہے اور اردو میں اس کے لیے دیگر الفاظ بھی اسی قدر ہم وزنی سے استعمال کیے جاتے ہیں جس قدر یہ لفظ فطرت یا فطری۔ مثال کے طور پر اسی مفہوم میں قدرت کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے، گو یہ الگ بات ہے کہ قدرت کا لفظ اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی طاقت سے زیادہ قریب ہے مگر عموماً اس کو فطرت کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات قدرت کا لفظ کسی کام کو کرنے کی صلاحیت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے جس کے لیے انگریزی میں Ability یا Power وغیرہ کے الفاظ آتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور لفظ طبیعی بھی فطرت کے مفہوم میں آتا ہے اور اسی سے بنا ہوا ایک لفظ مشہور شعبۂ علم کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے یعنی طبیعیات، عام طور پر طبیعی کا لفظ طبیعت سے الگ مفہوم میں آتا ہے مگر اصل میں دونوں ایک ہی ہیں یعنی فطرت، جسے کہا جائے کہ طبیعی موت، تو اس سے مراد وہ موت ہوتی ہے جو کسی حادثے یا بیماری کی وجہ سے نہ ہوئی ہو بلکہ فطری طور پر واقع ہوئی ہو۔ ان ہی تمام وجوہات کی بنا پر اس اردو دائرہ المعارف پر Nature کے سائنسی مضامین میں استعمال کے لیے فطرت کا لفظ منتخب کیا گیا ہے۔[7]

عربی میں فطرت کے لفظ کے چند معانی ہیں۔ اس تحقیق میں صرف غریزہ اور طبیعت کی ایک قسم کا معنی مراد لیا جائے گا۔

انسان کا فطرت الٰہی پر پیدا ہونا

انسان پیدائشی طور پر فطرت پر پیدا ہوتا ہے یا سب کچھ دنیا میں آنے کے بعد سیکھتا ہے؟ اس بارے میں دانشمندوں کے دو گروہ ہیں۔

پہلا گروہ: منکر فطرت

بعض ماہرین سماجیات اور فلسفہ موجودیت کے فلاسفروں کا عقیدہ ہے کہ انسان فطرت کے بغیر دنیا میں آتا ہے وہ جو کچھ بھی سیکھتا ہے، اس جہان میں آنے کے بعد سیکھتا ہے۔ اس کے تمایلات باہر کے ماحول اور معاشرے سے تشکیل پاتے ہیں۔ انسان کی شخصیت بیرونی عوامل سے تشکیل پاتی ہے اور انسان ایک قبول کرنے والا موجود ہے۔[8]

دوسرا گروہ: قائلین فطرت

مسلمان دانشمند اور فلسفہ متألہ کے فلاسفر قائل ہیں کہ انسان فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسان اپنی اساس اور بنیاد میں (کچھ آگاہی اور کچھ رجحانات) کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔

قرآنی آیات کی رو سے انسان اس دنیا میں خاص بصیرت، میلانات اور رجحانات کے ساتھ دنیا میں آتا ہے۔ تقریبا 14 قسم کی آیات ہیں جو یہ بیان کرتی ہیں کہ انسان فطرت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اختصار کی وجہ سے یہاں فقط دو آیات کو ذکر کیا جائے گا۔

فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ (30:30) ترجمہ: "اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر (قائم رہو) جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کردہ (سرشت) میں تبدیلی نہیں ہو گی۔"

قرآنی کی بہت سی آیات میں انسان کی فطرت کو بیان کیا گیا ہے لیکن لفظ فطرت استعمال نہیں کیا گیا لیکن مذکورہ آیت میں لفظ فطرت کے ساتھ یہ بیان کیا گیا کہ انسان کو خاص شکل میں بنایا گیا اور انسان فطرت الٰہی پر پیدا ہوتا ہے۔

سورۃ یوسف کی 53 نمبر آیت میں حضرت یوسفؑ فرماتے ہیں کہ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي (53:12) ترجمہ: "اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا، بے شک نفس تو برائی سکھاتا ہے مگر جس پر میرا رب مہربانی کرے۔"

مذکورہ آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ انسان فطری طور پر ایسے خلق ہوا ہے کہ وہ برائی کی طرف رجحان رکھتا ہے اس کا نفس اسے برائی کا حکم دیتا ہے۔ جو اس بات پر ایک بڑی دلیل ہے کہ انسان بغیر کسی رجحان کے پیدا نہیں ہوتا بلکہ کچھ رجحانات لے کر دنیا میں آتا ہے۔

اس مطلب پر ہمارے پاس بہت زیادہ روایات بھی ایسی ہیں جو یہ بیان کرتی ہیں کہ انسان فطرت الٰہی پر پیدا ہوتا ہے، ایک مشہور روایت جسے سنی شیعہ راویوں نے نقل کیا ہے جس کا متن یہ ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ: كل مولود يولد على الملة فابواه يهودانه او ينصرانه او يشركانه[9] ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی، یا مشرک بناتے ہیں۔"

معاشیات کے میدان میں انسان کا فطرت الٰہی پر پیدا ہونا

1. خدا کے رازق، مالک ہونے کی فطری گواہی دینا

قرآن کی رو سے انسان کو ایسے خلق کیا گیا ہے کہ اس کا بطن یہ گواہی دیتا ہے کہ اس کا خالق، مالک اور رازق خدا ہے۔ یہ وہ آگاہی ہے جو انسان باہر کے ماحول سے نہیں سیکھتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ (31:10)

ترجمہ: "اے نبی! ان سے پوچھیے کہ کون ہے جو تمہیں رزق پہنچاتا ہے آسمان اور زمین سے یا کون ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہیں تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں؟ اور کون ہے جو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے اور کون ہے تدبیرِ اَمر کرنے والا؟ تو وہ کہیں گے اللہ۔"

مذکورہ آیت میں مشرکین جو خدا کی وحدانیت کا عقیدہ رکھتے ہیں، سے سوٴال ہے کہ آسمان اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ وہ جواب دیں گے اللہ۔ یہ آیت انسان کی اس فطرت کو بیان کرتی ہے جس پر اللہ نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کے مطابق انسان کا باطن گواہی دیتا ہے کہ اس کا رازق اور مالک اللہ ہے۔

2. طغیان گری کرنا

قرآنی آیات کی رو سے انسان اس طرح خلق ہوا ہے کہ جب وہ اپنے آپ کو غنی سمجھتا ہے تو طغیان کرتا ہے۔ انسان کی اس سرشت کو خدا یوں بیان کرتا ہے: كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰO أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ (96: 7،6) ترجمہ: "ہرگز نہیں، بے شک آدمی سرکش ہو جاتا ہے جب کہ اپنے آپ کو غنی پاتا ہے۔"

قرآن کی اس آیت میں خداوند ان کی تاکید کے ساتھ یہ بیان کر رہا ہے کہ یقیناً انسان جب اپنے آپ کو غنی پاتا ہے تو طغیان کرتا ہے۔ اسی مطلب کو خداوند متعال ایک دوسری آیت میں یوں فرماتا ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ (42: 27)

ترجمہ: "اور اگر اللہ اپنے بندوں کی روزی کشادہ کر دے تو زمین پر سرکشی کرنے لگیں لیکن وہ ایک اندازے سے اتارتا ہے جتنی چاہتا ہے۔"

خداوند تعالیٰ نمونہ کے طور پر قارون کا ذکر کرتا ہے جسے خداوند متعال نے فراوان رزق دیا تھا۔ وہ زمین پر طغیان کرنے لگا۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ (28: 76) ترجمہ: "بے شک قارون موسٰی کی قوم میں سے تھا پھر وہ بغاوت کرنے لگا اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیے تھے کہ اس کی کنجیاں ایک طاقت ور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں۔"

3. آزمائش میں خدا سے دوری

انسان وہ مخلوق ہے جسے اپنے انجام کا کوئی علم نہیں، جب وہ خود کو کسی نعمت میں دیکھتا ہے تو اس کے بارے میں گمان کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ رہے گی، سوچنے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسے نعمتوں سے نوازنا، (آخرت میں) اس کی

تکریم اور اس کے قرب پر دلالت کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ (فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ) اس کا رزق تنگ کرتا ہے تو یہ کہنے لگتا ہے کہ خدا نے اس کی توہین کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ O وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ (15،16:89)

ترجمہ: "پس یہ انسان کی سرشت کے اندر ہے کہ جب بھی وہ اپنے آپ کو طاقت ور پاتا ہے تو وہ طغیان شروع کر دیتا ہے۔ لیکن جب اسے آزماتا ہے پھر اس پر اس کی روزی تنگ کرتا ہے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔"

یہاں فَأَمَّا الْإِنْسانُ سے مراد انسان کی نوع یعنی انسان کی پہلی طبیعت ہے نہ کہ تمام انسانوں کا ہر فرد۔ اس وجہ سے انسان پر الف اور لام جنس کے لیے ہے نہ کہ استغراق کے لیے۔ یہ انسان کے حال کی حکایت ہے۔[10]

بعض انسانوں کی طبیعت ایسی ہے کہ جب انہیں خداوند رزق زیادہ دیتا ہے تو خدا کا شکر ادا کرتے ہیں لیکن جب ان پر رزق کی تنگی ہوتی ہے تو وہ خدا سے دور ہونے لگتے ہیں۔

خدا انسان کی اس فطرت کو خدا ایک دوسری جگہ یوں بیان کرتا ہے:

وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ O ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ (53،54:16) ترجمہ: "اور تمہارے پاس جو نعمت بھی ہے سو اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو۔ پھر جب تم سے تکلیف دُور کر دیتا ہے تو فوراً تم میں سے ایک جماعت اپنے رب کے ساتھ شریک بنانے لگتی ہے۔"

" تجئرون" جوٴار کے مادہ سے ہے اور غبار کے وزن پر ہے، جس کا مطلب وحشی مویشیوں کی آواز ہے جو وہ تھوڑی سی تکلیف پہنچنے پر نکالنے لگتے ہیں، پس خدا یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ جب چھوٹی مصیبت آتی ہے تو بتوں کو کیوں پکارتے ہو؟ لیکن بڑی مصیبت کے وقت خدا کے علاوہ کسی کو نہیں پکارتے ہو۔ جب خدا آپ کی تکلیف کو دُور کرتا ہے تو دوبارہ شرک کرنے لگتے ہو۔[11]

4. انسان کا بخیل ہونا

قرآن کی رو سے انسان فطرتاً بخیل بھی ہے اور حریص بھی ہے۔ اس کی علت بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ اس وجہ سے ہے تاکہ انسان اپنے منافع کو جمع کرے۔ بخیل اسے کہتے ہیں جو مال اس کے پاس ہوتا ہے وہ کسی کو نہیں دیتا جیسا کہ قرآن میں بیان ہوتا ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ (3:180)

ترجمہ: "اور جو لوگ اس چیز پر بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے وہ یہ خیال نہ کریں کہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے حق میں بُرا ہے۔"

اللہ نے قرآن میں بخل کی مذمت کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان فرمایا کہ بخیل ہونا انسان کی فطرت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَانَ الإِنسَانُ قَتُورًا (17:100) ترجمہ: "اور انسان بڑا تنگ دل ہے۔"

کلمہ قتور کی تفسیر بخیل ہوئی ہے البتہ ایسا بخیل جس نے اپنے بخل کو انتہا تک پہنچایا ہو۔ مجمع البیان میں کہا گیا کہ قتر کا معنی تنگی ہے اور قتور اسی معنی کا مبالغہ ہے، قتر یقتر و یا تقتر و یا اقتر و یا قتّران تمام مشتقات کا ایک ہی معنی ہے جو یہ ہے کہ فلانا خرچ کرنے میں خودداری کرتا ہے۔[12]

5. انسان کا حریص ہونا

قرآن آیات کی روشنی میں انسان فطرتاً بخیل بھی ہے اور حریص بھی ہے۔ حریص اسے کہتے ہیں جو کچھ دوسروں کے پاس ہوتا ہے اس کی طمع کرتا ہے۔ اس فطرت کو مہار کرنا کامیابی کی علامت ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَO (9:59) و (16:64) ترجمہ: "جس نے اپنے نفس کو حرص سے بچالیا وہ فلاح پانے والے ہیں۔"

شُحَّ کا معانی ایسا بخل جس میں حرص بھی ہو، نہ ایک آدھ مورد میں بلکہ جب یہ انسان کی عادت بن چکی ہو۔[13]

ایک روایت میں شح اور بخل کا فرق بیان کیا گیا ہے۔ و أخرج ابن المنذر عن طاوس رضى الله عنه قال البخل ان يبخل الإنسان بما في يديه و الشح ان يشح على ما في أيدي الناس[14] ترجمہ: "بخل یہ ہے کہ جو اس کے ہاتھ میں ہے اس سے بخل کرتا ہے اور حرص یہ ہے کہ لوگوں کے ہاتھ میں انسان اس کی لالچ کرے۔"

قرآن کی ایک دوسری آیت میں انسان کی اس فطرت کو لفظ ھلوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ یوں بیان کرتا ہے:

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًاOإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًاOوَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًاO (19:70، 20، 21)

ترجمہ: "انسان حریص اور کم طاقت پیدا کیا گیا ہے۔ جب اسے کوئی برائی پہنچے تو بے تابی کرتا ہے اور جب اسے کوئی بھلائی پہنچی تو دوسروں سے منع (بخل) کرتا ہے۔"

بعض مفسرین نے ہلوع کا ترجمہ حریص اور بعض نے کم طاقت کیا ہے۔ اس لحاظ سے اگر دونوں کو جمع کیا جائے تو یہ مطلب بنتا ہے کہ جو شخص بخیل ہے معمولا وہ حریص بھی ہوتا ہے اس کے برعکس جو شخص حریص ہوتا ہے وہ

بخیل بھی ہوتا ہے۔[15] قرآن کی اس آیت کے مطابق ھلوع ہونا انسان کی فطرت میں ہے۔
علامہ طباطبائی سورہ نساء کی 128 نمبر آیت وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں اور زیر بحث جملہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہے کہ بخل کا غریزہ نفسانی غرائز میں سے ایک ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس غریزہ کو انسان کی فطرت میں رکھا تاکہ اس وسیلہ کے ذریعہ انسان اپنے منافع کو جمع کرے اور اسے ضائع ہونے سے بچایا۔[16]

6. دنیا کی محبت رکھنا

قرآن میں انسان کی ایک فطرت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ دنیا سے محبت کرتا ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ (14:3)

ترجمہ: "مادی چیزوں میں سے عورتیں، اولاد اور مال جو سونے چاندی کے ڈھیروں پر مشتمل ہو نجیب اور بہترین گھوڑے، جانور اور زراعت لوگوں کی نظر میں محبوب بنا دیے گئے ہیں۔ (تاکہ ان کے ذریعے ان کی آزمائش اور تربیت ہو لیکن) یہ چیزیں (اگر انسان کے اصلی مقاصد کے لئے ذریعہ بنیں پھر بھی پست مادی (زندگی کا سرمایہ ہیں؛ اور انجام نیک (اور عالی زندگی) خدا کے پاس ہے۔"

انسان اپنے اموال سے شدید محبت کرتا ہے۔ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (8:100) ترجمہ: "اور بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے۔" اسی طرح فرمایا: وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (20:89) ترجمہ: "اور مال سے بہت زیادہ محبت رکھتے ہو۔" جم کے لفظ کا جیم پر شد کے ساتھ معنا ہر چیز سے بہت بڑا کے ہیں۔[17]

انسان دنیا میں فطرتا سب سے زیادہ محبت اپنے مال اور اولاد سے کرتا ہے۔ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (28:8) ترجمہ: "اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے۔" انسان کی اموال اور اولاد سے یہ محبت اتنی بڑھ سکتی ہے کہ وہ خدا سے غافل ہو سکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (9:63) ترجمہ: "اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، اور جو کوئی ایسا کرے گا سو وہ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

7. دنیا کو ترجیح دینا

انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ آخرت کے مقابلے میں دنیاوی مال و متاع کو ترجیح دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَاOوَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىO (83: 17،16) ترجمہ: "بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔"

یہ واضح ہے کہ وہ لوگ جو تزکیہ کرتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں وہ دنیا کو آخرت کے مقابلے میں اس لیے ترجیح نہیں دیتے چونکہ انہوں نے اپنی تربیت کی ہوئی ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنے اس فطری میلان کو متوازن رکھا ہوتا ہے۔ عام طور انسانوں کے اندر یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ دنیا کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ (67:8) ترجمہ: "تم لوگ دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو، اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے۔"

8. تکبر کرنا

انسان میں قدرتی طور پر یہ عنصر بھی پایا جاتا ہے کہ جب انسان کے پاس مال و دولت اور طاقت آتی ہے تو وہ طغیان اور سرکشی کرنے لگتا ہے۔ خدا وند تعالیٰ قرآنی آیات میں فرماتا ہے:

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَلَقَدْ جَاءَهُم مُّوسَى بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ (39:29)

ترجمہ: "اور قارون اور فرعون اور ہامان کو (ہلاک کیا) اور موسیٰ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا۔ سو وہ زمین میں غرور کرنے لگے اور وہ بھاگ کر نہ جا سکے۔"

مذکورہ آیت میں خدا وند انسانوں کے چند نمونہ بیان کرتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں قدرت اور طاقت دی، اس مال اور طاقت کی وجہ سے وہ غرور و تکبر کرنے لگے۔ جن کی تفصیلات تفاسیر میں موجود ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ (10:11)

ترجمہ: "اور اگر مصیبت پہنچنے کے بعد نعمتوں کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ میری سختیاں جاتی رہیں، کیونکہ وہ اترانے والا، تکبر کرنے والا ہے۔"

9. ناشکرا ہونا

انسان کی ایک صفت اور طبیعت یہ ہے کہ انسان ناشکرا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے مختلف آیات میں انسان کی اس طبیعت کو بیان کیا:

إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ (14:34) ترجمہ: "بے شک انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔"

إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ (100:6) ترجمہ: "بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔"

قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ (80:17) ترجمہ: "انسان پر خدا کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے۔

خداوند تعالیٰ قرآن میں چند عملی نمونہ بھی بیان کرتا ہے کہ انسان، کیسے کیسے خدا کی ناشکری کرتا ہے۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوا إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ (39:8)

ترجمہ: "اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرکے پکارتا ہے پھر جب وہ اسے کوئی نعمت اپنی طرف سے عطا کرتا ہے تو جس کے لیے پہلے پکارتا تھا اسے بھول جاتا ہے اور اس کے لیے شریک بناتا ہے تاکہ اس کی راہ سے گمراہ کرے، کہہ دو اپنے کفر میں تھوڑی مدت فائدہ اٹھالے، بے شک تو دوزخیوں میں سے ہے۔"

اسی طرح دوسری آیات میں خداوند انسان کی اس طبیعی میل کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ (11:9)

ترجمہ: "اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا کر پھر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید ناشکرا ہو جاتا ہے۔"

اسی طرح فرماتا ہے:

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا (17:67) ترجمہ: "اور جب تم پر دریا میں کوئی مصیبت آتی ہے تو بھول جاتے ہو جنہیں اللہ کے سوا پکارتے تھے، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو تم اس سے منہ موڑ لیتے ہو، اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔"

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے مختلف نمونہ بیان کیے ہیں کہ انسان مختلف حالات میں کیسے کیسے ناشکری کرتا ہے؟ مخصوصاً انسان جب اپنے آپ کو مالی طور پر مستحکم دیکھتا ہے تو ایک اس کے اندر ایک طبیعی میل ناشکری کا پایا جاتا ہے۔ وہ مخلوق کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا اور اپنے رب کا بھی۔

نتیجہ

فطرت،علة کے وزن پر ہے۔ مصدر نوعی ہے۔ جو نوع خاص پر دلالت کرتا ہے۔انسان کا فطرت پر پیدا ہونے سے مراد یہ ہے کہ انسان ایک خاص شکل میں پیدا کیا گیا ہے، اپنی پیدائش کے ساتھ ، اپنے وجود کے اندر بہت سی چیزیں سیکھ کر آتا ہے اس کے اندر قدرتی طور پر بہت سے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ قرآن میں انسان کے معاشیات کے میدان میں جو رجحانات پائے جاتے ہیں انہیں بیان کیا ہے۔ جن میں سے انسان کے وجود میں ہے کہ انسان کا وجود اللہ کے رازق اور مالک ہونے کی گواہی دیتا ہے، انسان جب مالدار ہوتا ہے اور خود کو غنی دیکھتا ہے تو طغیان شروع کر دیتا ہے، قرآن میں قارون وغیرہ کی چند مثالیں بھی بیان کی گئی ہیں کہ ان کے طغیان کی وجہ یہی تھی کہ ان کے پاس مال و متاع زیادہ ہو گیا۔ بعض انسان ایسے ہیں جن پر جب رزق کی تنگی کی جاتی ہے تو وہ خدا سے دور ہونے لگتے ہیں، انسان کی فطرت میں بخل، حرص اور دنیا کی محبت ہے یہاں تک کہ وہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دیتا ہے، تکبر کرتا ہے، خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے۔

*****

References

---

1. Syed Muhammad Baqir, Mosavi Hamedani, *Tarjma Tafseer al-Mizan*, Vol. 7, (Qom, Dafter Intasharat Islami Jamia Mudersin Huza Ulmiya, 1374 SH), 4.

سید محمد باقر، موسوی ہمدانی، *ترجمہ تفسیر المیزان*، ج7 (قم، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ ی مدرسین حوزہ علمیہ، 1374ہ.ش)، 4۔

2. Ibid, Vol. 17, 4.

ایضاً، ج 17، 4۔

3. Muhammad Hussain, Beheshti, *Mubani Tarbiat Azdidagah Qur'an*, (Tehran, Sazmaan Intasharat Prohoshga Farhang wa Andisha Islami, 1387 SH), 95.

محمد حسین، بہشتی، *مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن* (تہران، سازمان انتشارات پژوہشگاہ فرہنگ واندیشہ اسلامی، 1387ہ.ش)، 95۔

4 . Ibid.

ایضاً

5. Ibid, 100.

ایضاً،100۔

6. Hassan Abdi, Abdullah Javadi-Amli, *Simat*, (Qom, Bunyad almulali Alom wa Ayani Isra, 1396 SH), 151; Muhammad Hussain, Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 16, (Qom, Dafter Intasharat Islami, 1417 AH), 179.

حسن عبدی، عبداللہ جوادی آملی، سمت، (قم، بنیاد بین الملل علوم وحیانی اسراء، 1396ہ۔ش)، 151؛ محمد حسین، طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج16، (قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1417ق)، 179۔

7. https://ur.wikipedia.org/ (Accessed April, 18, 2024).

8. Beheshti, *Mubani Tarbiat Azdidagah Qur'an*, 95.

بہشتی، *مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن*، 95۔

9 .https://islamicurdubooks.com/hadith/hadith-.php?tarqeem=1&bookid=6&hadith_number=2138 (Accessed April, 18, 2024).

10. Mosavi Hamedani, *Tarjma Tafseer al-Mizan*, Vol. 30, 473.

موسوی ہمدانی، *ترجمہ تفسیر المیزان*، ج 30، 473۔

11. Nasser Makarem, Shirazi, *Tafsir-e-Namona*, Vol. 11, (Tehran, Dar al-Kutub al-Islamiyya, 1374 SH), 263.

ناصر مکارم، شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج11، (تہران، دار الکتب الاسلامیۃ، 1374ہ۔ش)، 263۔

12. Mosavi Hamedani, *Tarjma Tafseer al-Mizan*, Vol. 13, 293.

موسوی ہمدانی، *ترجمہ تفسیر المیزان*، ج13، 293۔

13. Ibid , Vol. 19, 357.

ایضاً، ج19، 357۔

14. Jalal al-Din, Suyuti, *Al-Dur al-Mansor fi Tafsir al-Masur*, Vol. 6, (Qum, Ayatollah Mareshi Liberary, 1404 AH), 196.

جلال الدین، سیوطی، *الدر المنثور فی تفسیر المأثور*، ج6، (قم، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی، 1404ق)، 196۔

15. Ibid , Vol. 25, 28.

ایضاً، ج25، 28۔

16. Ibid , Vol. 5, 163.

ایضاً، ج 5، 163۔

17. Mosavi Hamedani, *Tarjma Tafseer al-Mizan*, Vol. 20, 275.

موسوی ہمدانی، *ترجمہ تفسیر المیزان*، ج 20، 275۔